

ام پاکستان ۱۹۴۷ء

ہند کی منثوری دی جس میں کہا گیا کہ 15 اگست 1947ء کو بر صیر پر برطانوی اقتدار میں ہو جائے گا۔

ہندوستان کو دن خود مختار ریاستوں ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔
اس طرح مسلمانان ہند کی طویل جدوجہد آزادی کا میابی سے ہمکنار ہوئی۔ غلامی کا تاریک دورخشم
ہو گیا۔ بر صیر میں متحده قومیت کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور 14 اگست 1947ء کو دنیا کی سب سے

بڑی اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔

کوہ شگاف تیری ضرب ، تجھ سے کشاد شرق و غرب
تنقیح ہلال کی طرح ، عیش نیام سے گزر
(اقبال)

علامہ اقبال اور نظریہ پاکستان

علامہ اقبال ہندوستان کی سیاسی صورت حال سے پوری طرح آگاہ تھے۔ انہوں نے نہ تو قوم پرستی کی تحریک سے متاثر ہو کر اور نہ ہی فرقہ وارانہ اختلافات سے مایوس ہو کر پاکستان کا تصور پیش کیا بلکہ اس کا حقیقی محرک ان کا عشق اسلام تھا۔ علامہ اقبال کے جدا گانہ قومیت کے تصور اور نظریہ پاکستان کی وضاحت مندرجہ ذیل ارشادات اور شعری کلام سے ہو سکتی ہے۔

1- نظریہ وطنیت کی مخالفت علامہ اقبال نے یورپی نظریہ وطنیت کی شدید مخالفت کر کے قوم کی بنیاد وطن کی بجائے عقیدہ لوقر اردیا اسلام کا نظریہ قومیت اپنا ہے جس کی بنیادیں خالص تائید ہیں اس کی قومیت کی اساس رنگ و نسل، زبان اور وطن پر نہیں بلکہ یہ ان تنگ دامانیوں سے یکسر پاک ہے، اسلام کے اسی تصور کو علامہ اقبال نے ”ملت بیضا پر ایک نظر“ میں اس طرح بیان کیا ہے:

”اسلام تمام قیود سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اس کی قومیت کا دار و مدار ایک تہذیبی تصور پر ہے۔“

علامہ اقبال نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو سب

انسانوں کو ایک رشتہ وحدت میں پر و سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ اس کے مانے والے افریقہ کی کالی دنیا سے تعلق رکھتے ہوں یا ریگستان عرب کے شجاع لوگ یا گنگا کی وادیوں میں بنے والے آریہ کوئی چنی قید ان میں تفرقہ نہیں ڈال سکتی، کوئی مادی جدائی انہیں جدا نہیں کر سکتی نسل یا زبان کا کوئی انتیاز ان میںی افتراق نہیں کر سکتا۔

علامہ اقبال نے اپنے شعری کلام میں بھی نسلیعہ انسانیت اور وطنیت کی مخالفت کی۔

بہتان رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ قورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

علامہ اقبال نے مشہور متشرق ڈاکٹر نکلسن کو لکھا:

”حقیقت میں نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے جو لوگ یعنی نوع انسان سے محبت رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ انہیں کی اس اختراع کے خلاف جہاد کریں“

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دلیں ہے تو مصطفوی ہے

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

ان تازہ خداویں میں بڑا سب سے ٹلن ہے
جو پیر ہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

2- اسلام ایک زندہ طاقت ہے | علامہ اقبال اسلام کی روح کو اچھی طرح سمجھتے تھے انہوں نے متعدد بار مسلمانوں کو اپنے کلام اور خطبات کے ذریعے اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اسلام ایک زندہ قوت اور ایک تحرک دین ہے۔ اس کی تعلیمات ابدی ہیں جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی راہنمائی کر سکتی ہیں۔ آپ نے خطبہ اللہ آباد میں فرمایا:

”جس شخص کو آپ نے آل اٹھیا مسلم لیگ کی صدارت سے نوازا ہے وہ اب بھی اسلام کو ایک زندہ طاقت سمجھتا ہے وہ طاقت جو انسان کے ذہن کو وطن و نسل کے تصور کی قید سے نجات دلاتی ہے اسلام ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔“

مٹایا قیصر و کسری کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا عدل جید، فقر بوزر، صدق مسلمانی
(اقبال)

3- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے | اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعتبار اور قابل قبول ضابطہ

حیات صرف اسلام ہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”إِنَّ الْبَيْنَ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا سَلَامٌ“

بے شک اللہ کے نزدیک نظام حیات صرف اسلام ہی ہے۔ (سورہ آل عمران)

علامہ اقبال بھی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اسلام بھی ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ دنیا کے تمام نظاموں سے بہتر اور اعلیٰ وارفع ہے یہ ہمیں صرف عبادت کرنے کا طریقہ ہی نہیں سکھاتا بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں ہماری راہنمائی کے لیے واضح اصول بیان کرتا ہے آپ نے خطبہ الہ آباد میں فرمایا:

”اسلام ایک حقیقت ہے، وستور حیات ہے اور ایک نظام ہے یہی وہ بات ہے کہ اگر ہم اسے پالیں تو مستقبل میں ہندوستان کی ایک نمایاں تہذیب کے علمبردار بن سکتے ہیں۔“

4- دو قومی نظریہ کی وکالت علامہ اقبال نے ایک شاعر اور سیاسی مفکر کی حیثیت سے ہر موڑ پر مسلمانوں کی راہنمائی کی لیکن سیاسی میدان میں ان کا قابل فخر کارنامہ دو قومی نظریہ کی جاندار الفاظ میں وکالت ہے آپ نے خطبہ الہ آباد میں متحده قومیت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

”ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں ان میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی الگ حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے۔“

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفیٰ سے شرار بوسی

(اقبال)

4- اسلامی نظریہ ملت علامہ اقبال نے اسلام کو امت مسلمہ کی بنیاد قرار دیا مشترکہ اقامت مسلمانوں کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ مسلمان دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتے ہوں وہ امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔

اگر اشتراک، اقامت یا مشترکہ رہائش کی بنیاد پر قومیت کی تشكیل ممکن ہوتی تو نبی کریم ﷺ کبھی بھی مدینہ ہجرت نہ کرتے علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اسلامی نظریہ پر استوار اپنے نظریہ قومیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمیعت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذهب سے مخلکم ہے جمیعت تیری

6- مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا موازنہ | علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کی تاریکیوں کی
نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ یہ تہذیب بظاہر نہایت روش ہے لیکن باطن میں بے حد ملک تاریک۔ اس کی
تقلید و پیروی مسلمانوں کو مظلالت و گمراہی کے راستے پر ڈال سکتی ہے۔
تمہاری تہذیب تمہارے ہاتھوں سے ہی خود کشی کرے گی
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا
مغربی تہذیب کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب کی برتری کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے آل اٹھیا مسلم لیک کافرنس منعقدہ لاہور (21 مارچ 1932ء) میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے مسلمانوں کو خطاب
کر کے فرمایا:

”تم دنیا میں سب سے زیادہ قابل فخر تہذیب کے مالک ہو تمہارے پاس دنیا کا
بہترین نظام حیات اسلام کی شکل میں موجود ہے تم دوسروں کی تقلید کے لیے نہیں بلکہ
ان کی امامت اور راہنمائی کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔“
ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے:

”تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھی گئی ہیں تم نیکی کی تلقین کرتے
ہو براہی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔“ (سورہ آل عمران)
برا نہ مان ذرا آزماء کے دیکھ اے
فرمگ دل کی خرابی خرد کی معوری

7- اسلام کا میاںی کا مظہر | علامہ اقبال فرماتے ہیں:

”ایک سبق جو میں نے اسلامی تاریخ سے سیکھا ہو یہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کی
حفاظت نہیں کی بلکہ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو بچایا ہے۔“

اسلام یادہ عظیم قوت ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کو تباہی اور ہلاکت سے بچا سکتا ہے ہندو مت نے ملت
اسلامیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی تو اسلام ہی نے ان کے علیحدہ شخص کو برقرار رکھا۔ جس کے بل
بوتے پر بالآخر مسلمانوں نے اپنے لیے الگ ڈن حاصل کیا۔

8- اشتراکیت کی مخالفت | اشتراکیت اور اسلام ایک دوسرے بھی سے متصادم نظام حیات ہیں علامہ اقبال
کو اسلام سے گھری والیکی تھی ان کے نزدیک مذهب و اخلاق سے عاری تمام نظام ہائے حکومت ظالمانہ ہیں

اسلام ہی ایک سکھل مذہب ہے جو زندگی کے ہر شے کا خواہ وہ اقتصادی سماجی یا سیاسی ہوا حاطہ کیے ہوئے ہے اس میں کسی ازم کی ممکنگی نہیں۔ سرمایہ داری کی کوکھ سے جنم لینے والے نے نظام "اشٹراکیت" کی آپ نے بروقت نشاندہی کی۔

طریق کوہن میں بھی وہی حلیے ہیں پروپریتی

علامہ اقبال نے جدید دنیا کے تمام نعروں کو انسان کے قلبی اور ہنی سکون کے لیے تباہ کن قرار دیا۔

9- اتحاد عالم اسلام اسلام کے معاشرتی نظام میں "اخوت" یا بھائی چارے کا اصول بہت اہمیت رکھتا ہے جس کی بدولت ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ہمدردانہ تعاون اور ایثار و قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے علامہ اقبال بھی اسلامی معاشرے کو رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر سمجھتے تھے آپ اتحاد عالم اسلام کے علمبردار تھے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پابنانی کے لیے
تل کے ساحل سے لے کر تابناک کا شفر

10- مغربی جمہوری نظام کی نمیت علامہ اقبال مغربی جمہوری نظام کے جو جدید دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا تھا زیر دست مخالف تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حل صرف اسلامی جمہوری نظام میں ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندر و چینیز سے تاریک تر

11- مذہب کی اہمیت علامہ اقبال کے نزدیک مذہب کے بغیر ایک فلاحتی ریاست کا قیام ممکن نہیں اور مذہب کے بغیر دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت ظالماں ہیں کوئی قوم مذہب کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجمن بھی نہیں

ایک اور جگہ فرمایا:

جلال پادشاہی ہو کر جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چینیزی

12- قرآن کی عظمت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسلام کے لازوال اور ابدی اصولوں کو قیامت تک کے لیے حفظ کر دیا ہے علامہ اقبال کے نزدیک قرآنی تعلیمات کو مانتے والے اور ان پر عمل پیرا ہونے والے ہی قیامت تک اقوام عالم کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
(اقبال)

13- مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کی ضرورت علامہ اقبال اسلام کی بقا کے لیے مسلمانان ہندوکے لیے ایک الگ آزاد اور خود مختار ریاست کے حق میں تھے۔ آپ نے پہلی مرتبہ ایک سیاسی جماعت کے لیے پلیٹ فارم سے برصغیر کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں مغم ہو جائیں مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر خود اختیاری کا اصول اور شمال مغربی برصغیر میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدربن گیا ہے۔“

نومبر 1937ء کو علامہ اقبال نے مولانا ابو الحسن ندوی سے ایک ملاقات کے دوران برصغیر میں ایک مسلم ریاست کو ناگزیر بتاتے ہوئے فرمایا:

”جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی وہ اپنے مذہب اور تہذیب کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین و تہذیب حکومت و شوکت سے زندہ ہیں۔“

قامد اعظم کے نام علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا:

”جب تک اس ملک میں ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستیں معرض وجود میں نہ آئیں
اسلامی شریعت کا نفاذ ممکن نہیں۔“

علامہ اقبال نے جدا گانہ قومیت کے تصور کی جس انداز میں تشریح و توضیح کی اس کا اعتراف ہندو لیڈروں نے بھی کیا۔ متصب ہندو لیڈر پنڈت مدن موہن مالویہ کا قول ہے:

”اقبال سے پہلے ہم یہ بات محسوس نہیں کر سکتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا الگ وجود بھی ہے، ہم انہیں متحده قومیت کا جزو سمجھتے تھے۔“

14- احساس فرض کی اہمیت علامہ اقبال اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کو اپنے فرائض کی بجا آوری کا احساس نہ ہو گا اس وقت تک منزل کا حصول ممکن نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو احساس فرض کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ”مسلمانوں کے سامنے اب یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ انہیں موجودہ پالیسی پر کب تک عمل کرنا ہو گا۔ اگر آپ کا فیصلہ موجودہ حکمت عملی کو خیر باد کہنے کا ہو تو آپ کا سب سے مقدم فرض یہ

ہے کہ پوری جماعت کو ایسا کر کے لیے تیار کریں جس کے الہم کوئی غیرت مدد قوم ہاگزت زندگی بسر نہیں گر سکتی
ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے نازک وقت آن ہنچا ہے انہا فرض بحال ایسے یا اپنے وجود کو
دیجئے۔"

کوہ شگاف تیری ضرب ، قہقہے گشاد شرق و غرب
شیخ ہال کی طرح ، میش نیام سے گزر
(اقبال)

علامہ اقبال عصر حاضر کے ایک عظیم مفکر اور فلسفی تھے۔ آپ برصغیر میں مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق بہت نظر
مند تھے۔ آپ نے اپنے شاعرانہ کلام کے ذریعے مسلمانوں کو ان کی عظمت رفتہ یاد دلائی اور انہیں خواب
غفلت سے بیدار کر کے مسلسل جدوجہد پر آمادہ کیا، آپ وطنی قومیت کی بنیاد پر تقسیم اور باہمی عناد کو ملت
اسلامیہ کے لیے انہی مضر بمحنتے تھے۔ آپ اسلام کے نشانہ ٹھانیہ اور عالم اسلام کے اتحاد کے پر جوش دائی
تھے۔ آپ اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ اور مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی کے لیے ہندوستان میں ایک ٹیکہ
وطن کا حصول لازمی سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ اللہ آباد میں دو قومی نظریہ اور مسلمانوں کے لیے ایک آزاد
ریاست جیسے اہم معاملات پر انہی موڑ انداز میں بحث کی۔ برصغیر میں مسلمانوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے
کے لیے علامہ اقبال نے ایک جدا گانہ مملکت کا جو خوب دیکھا تھا اسے قائد اعظم محمد علی جناح نے عملی شکل دے
کر ایک زندہ حقیقت بنادیا۔

نظریہ پاکستان قائد اعظم کے ارشادات کی روشنی میں

کسی نظریاتی مملکت کے نظام حکومت کا اتصور اس کے بانی کے راہنماء صولوں اور اساسی نظریات
کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ تحریک پاکستان کے سالار کی حیثیت سے قائد اعظم کے ارشادات نظریہ پاکستان کی ت
ترجمانی کرتے ہیں۔

1۔ جدا گانہ قومیت

"قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم

ہیں۔ لہذا وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے

عقائد کے مطابق معاشری، معاشرتی اور سیاسی زندگی بسر کر سکیں،"

نومبر 1945ء کو گاندھی جی کے نام ایک خط میں دو قومی نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

”ہم ہندو اور مسلمان ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے طرز تعمیر، فن موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنی معاشرت اور اپنے لباس غرضیکہ ہر اعتبار سے مختلف ہیں۔“

اسی اجلاس میں صدارتی خطبے کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح نے دو قومی نظریے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان کبھی بھی ایک مشترکہ قومیت کی تخلیق نہیں کر سکتے نہ وہ آپس میں شادی کر سکتے ہیں اور نہ ہی مل کر کھانا کھا سکتے ہیں درحقیقت وہ دونوں مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیاد ایسے افکار و نظریات پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

2- جدا گانہ تاریخ قائد اعظم محمد علی جناح نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی جدا گانہ تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف شعبوں اور ذرائع سے اکتساب کرتے ہیں دونوں کی رزمیہ تاریخ مختلف ہے دونوں کے ہیر و ز مختلف ہیں۔ ایک قوم کا ہیر و دوسرا قوم کا دشمن اور ایک قوم کا دشمن دوسرا قوم کا ہیر ہوتا ہے دونوں میں سے ایک کی شکست دوسرا کی فتح اور ایک کی فتح دوسرا کی شکست ہوتی ہے ایسی دو قوموں کو کسی ایک سلطنت میں اکٹھے کر دینے کا نتیجہ لامحالہ بے سکونی، ابتڑی، اور تباہی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔“

3- مشترکہ دستور کی مخالفت قائد اعظم بر صغیر میں مشترکہ دستور کے زبردست مخالفت تھے آپ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو واضح الفاظ میں بتا دیا کہ ہندوستان میں کوئی نیا دستور نافذ کرنے سے قبل ہندو مسلم تصفیہ ایک ناگزیر قدم ہے مشترکہ قومیت کی بنیاد پر جو دستور بھی وضع کیا جائے گا وہ قابل عمل نہیں ہو گا آپ نے مشترکہ دستور کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

”جب تک مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جائے گی جس کی بناء پر وہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے تحت مکمل سلامتی اور خود مختاری محسوس کرنے لگیں جب تک ان کا تعاون، خلوص اور رضا مندی حاصل نہیں کی جائے گی اس وقت تک

ہندوستان کے لیے جو آئین بھی بنا�ا جائے گا چبیس سخنے بھی نہ چل سکے گا۔

4- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات | ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْأَسَلَامُ.

”بے شک اللہ کے نزدیک نظام حیات صرف اسلام ہی ہے۔“ (سورہ آل عمران)

قائد اعظم محمد علی جناح بھی اس حقیقت پر پختہ یقین رکھتے تھے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ اگست 1944ء میں آپ نے گاندھی جی کے نام پر خط میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

”ندبی معاملات سے روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے جسم کی صحت تک، اخلاق سے جرام کے انسداد تک، زندگی میں جزا و سزا سے آخرت کی جزا و سزا تک غرضیکہ ہر قول، فعل اور حرکت پر اسلام مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔“

قائد اعظم نے 1948ء میں عید میلاد النبی کے موقع پر فرمایا:

”اسلام محض چند رسومات اور روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے اسلام کے اصولوں کی بنیاد احترام انسانیت، آزادی اور الناصف پر رکھی گئی ہے۔“

مثایا قیصر و کسری کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا عدل حیدر فقر بوزر صدق سلمانی

(اقبال)

5- قرآن کی اہمیت | اللہ کی توحید اللہ کا رسول اور اللہ کی کتاب تین ایسے رشتے ہیں جو تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک قوم بناتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری خطے میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی تھی کہ اگر وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ قائد اعظم بھی مسلمانوں کی قیامت تک راہنمائی کے لیے قرآنی تعلیمات کو کافی سمجھتے تھے۔ آپ نے 1943ء میں کراچی میں مسلم لیگ کے اجلاس میں قرآن کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

”وہ کون سا رشتہ ہے جس میں غسل کرنے سے تمام مسلمان جسم واحد کی طرح ہیں وہ کون سی چیز ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے وہ کون سا لٹکر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کروئی گئی ہے وہ رشتہ وہ چیز ہے اور وہ لٹکر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔“

1945ء میں عید کے موقع پر مسلمانوں کے نام اپنے پیغام میں قرآن کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادت اور اخلاقیات تک محدود ہیں۔“

نہیں۔ بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین، ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تہذیبی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعریفی احکام کا مجموعہ ہے۔"

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تھجھ کو عطا جرأت کردار
(اقبال)

6- رسول خدا ﷺ کی عظمت اور اسوہ حسنہ کی پیروی دنیا کی عظیم ترین ہستی پیغمبر خدا کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
”رسول خدا ﷺ عظیم مصلح تھے عظیم راہنماء تھے، عظیم واضح قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، عظیم حکمران تھے۔“

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“⁰

”تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“

قائد اعظم محمد علی جناح نے ارشاد باری تعالیٰ کا احترام کرتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ دین و دنیا کے ہر کام میں انہیں نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنے سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ 14 فروری 1947ء کو بھی میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنے پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے بنایا ہے۔“

7- مسلمانوں کے لیے الگ ملک پاکستان کی ضرورت قائد اعظم نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک ”پاکستان“ کے قیام کو اسلام کی بقاء کے لیے ضروری قرار دیا۔

”اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام کا نام و نشان نہ مٹ جائے تو اس کے لیے پاکستان نہ صرف یہ ایک عملی نصب العین ہے بلکہ یہی اور صرف یہی واحد نصب العین ہے یاد رکھو اگر ہم اس جدوجہد میں ناکام رہ گئے تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور پھر اس برصغیر میں مسلمانوں اور اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے گا،“

8- اسلامی نظام کا نفاذ قائد اعظم پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا عزم رکھتے تھے۔ 13 جنوری

1948ء کو اسلامیہ کا جنپشاور کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے "قائد اعظم" نے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا نکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم

ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزمائیں،"

قائد اعظم نے ان لوگوں کی شدید مذمت کی جو یہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ پاکستان ایک سیکولر سٹیٹ ہوگا۔ قائد اعظم نے انہیں داشگاف الفاظ میں بتادیا کہ اسلام کے سبھی اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔

9- اسلامی جمہوریت قائد اعظم ہمیشہ جمہوری اقدار و روابط کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اسلامی جمہوریت کو ملت اسلامیہ کا نصب لعین قرار دیا۔ 4 فروری 1948ء کو بلوچستان میں اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سبھی اصولوں والے ضابطہ حیات پر ہے جو ہمارے عظیم واضح قانون پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے وضع کیا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں پچ اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تحریص اور مشوروں سے کیا کرو۔"

10- پاکستان کے دستور کی اسلامی بہیت پاکستان کے مستقبل کے آئین کی اسلامی بہیت پر تبصرہ کرتے ہوئے قائد اعظم نے فروری 1948ء میں ایک امریکی نامہ نگار کو اسنو ویدیتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس دستور کی بہیت و شکل کیا ہوگی لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہو گا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہو گا ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔"

11- نسلی تعصبات کی مخالفت قائد اعظم اسلام کے نظریہ مساوات پر کامل یقین رکھتے تھے۔ آپ پاکستان میں ایسے معاشرے کی تشكیل چاہتے تھے جس میں کسی فرد کو رنگ و نسل اور علاقے کی بنیاد پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں آپ نے نسلی اور گروہی تعصبات کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی سندھی بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں کیا آپ وہ سبق بھول کئے ہیں جو اسلام نے تیرہ سو سال پہلے آپ کو سکھایا تھا یہ کہنے کا آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں سندھی ہیں پٹھان ہیں بلوچی ہیں، ہم تو بس مسلمان ہیں۔“

ہوس نے کہ دیا ہے تکڑے تکڑے نوع انسان کو
اخوت کا بیان ہو جا، محبت کی زبان ہو جا

(اقبال)

12- اسلام اور ہندو دھرم دو مختلف معاشرتی نظام | قائد اعظم نے قرارداد لاہور کے صدارتی خطبے میں اسلام اور ہندو مت کو محض مذاہب ہی نہیں بلکہ دو مختلف معاشرتی نظام قرار دیا۔ ہندو اور مسلمان نہ آپس میں شادی کر سکتے ہیں نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھاسکتے ہیں ان کے تاریخی وسائل اور ماذد مختلف ہیں۔ ان کی رزمیہ نظمیں، ان کے ہیرہ اور ان کے کارنا مے مختلف ہیں۔ دونوں کی تہذیبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی خد ہیں بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں۔“

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چماغِ مصطفیٰ سے شرار بولہبی

(اقبال)

13- اقلیتوں کا تحفظ | ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَلَقَدْ كَرِمَنَا بَنِي آدَمَ“

”ہم نے نبی آدم کو باعث تکریم بنایا۔“ (القرآن)

اسلام احترامِ آدمیت کی تلقین کرتا ہے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفاء راشدین نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری کا سلوک کیا تاریخِ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کیے گئے ان کے مذہب اور جان و مال کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا۔ قائد اعظم نے بھی پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی۔ آپ نے پاکستان کی پہلی کابینہ میں جو گنبد راتھ منڈل کو وزیر قانون و محنت مقرر کیا۔ آپ نے اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ان کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔

14۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت اکتوبر 1947ء کو قائد اعظم نے فوجی افران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پہنچنے کا موقع مل سکے۔"

15۔ اسلامی معاشی نظام قائد اعظم پاکستان میں سودے پاک اسلامی معاشی نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ یکم جولائی 1948ء کو شیٹ بیک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی خوشحالی حاصل کرنے میں ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے پچے اسلامی اصولوں پر قائم ہو۔"

16۔ پختہ عزم انسان بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر ہی زندگی کے میدان میں قدم بڑھاتا ہے عزمِ صمیم اور جہدِ مسلسل کے بغیر ان مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔ 30 اگست 1946ء کو قائد اعظم نے بمبئی میں جشنِ عید کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے راستے میں کوئی چیز مزاہم نہیں ہو سکتی۔ کوئی چیز ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پر ہیں۔ وہ کروڑ مسلمانوں کی زندہ جاوید قوم مثالی نہیں جاسکتی خواہ ہمیں کتنی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گذرنا پڑے ہم پاکستان لے کر رہے گے پاکستان کے بغیر مسلماناں ہند تباہ و بر باد ہو جائیں گے۔"

ہر اک مقام سے آگے نکل گیا مہ نو
کمال کس کو میر ہوا ہے بے تگ و دو

(اقبال)

یہ وہ تصور ہے جو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ذہن میں اس ملک کی تشكیل سے پہلے موجود تھا اور تشكیل کے بعد بھی موجود رہا قائد اعظم کے ارشادات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم قومیت کی بنیاد شتوطن اور نہ ہی نسل بلکہ کلمہ توحید ہے اور حصول پاکستان کا مقصد ایک ایسی مملکت کی تخلیق ہے جہاں

مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر مسئلے کو اسلامی نقطہ نظر سے سمجھا سکیں اور اپنے مذہب اور تہذیب و ثقافت کو فردی غیر دے سکیں۔

قومی زندگی میں نظریہ پاکستان کی اہمیت

نظریہ پاکستان کو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اس کے بغیر ہمارا ملی وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے نظریہ یا عقیدہ زندگی کے لیے ایک لازمی غصہ ہوتا ہے اس سے انسان میں جذبہ اور کام کرنے کی لگن پیدا ہوتی ہے قومی زندگی میں نظریہ پاکستان کی اہمیت کو درج ذیل نکات کے تحت واضح کیا جا سکتا ہے۔

1- کامیابی کا مظہر نظریہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ اسلام ایک عظیم و جلیل قوت کا نام ہے جو ہر انسان اور ہر قوم کو شکلش حیات میں زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لئے، اور اسرار و رموز سکھاتا ہے اسلام کمزوری کو کسی طرح پسند نہیں کرتا۔ حشرات الارض کی طرح زمین پر رینگتے ہوئے زندگی گزارنا اسلام کے نزدیک یقیناً معیوب ہے یہی وہ نظریہ تھا جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اور انہوں نے اپنے سے کئی گناہ بڑی قوم ہندوؤں اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت حکومت برطانیہ کی سخت مزاحموں کے باوجود اپنے لیے ایک آزاد ملک حاصل کیا۔

2- جو ہر حیات پاکستان کو وجود دختنے والا نظریہ بنی نوع انسان کو حزب اللہ اور حزب الشیاطین میں منقسم کرتا ہے شیطانی قوتوں کے خلاف جہاد میں اسلام کی بقاء ہے گویا نظریہ پاکستان ملت اسلامیہ کے لئے جو ہر حیات ہے اس پر عمل پیرا ہو کر ہم اسلام کے دشمنوں کی بخش کرنی کر سکتے ہیں اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو سما راجی قوتوں اور غیر مسلم قوموں کی چیڑہ دستیوں سے نجات دلو سکتے ہیں۔

3- استحکام پاکستان کے لیے ناگزیر نظریہ پاکستان استحکام پاکستان کی ضمانت دیتا ہے۔ اس نظریے کی رو سے تمام مسلمان ایک قوم ہیں نسلی اور علاقائی حدود سے بالاتر ہو کر انہیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے اس نظریہ پر عمل کر کے ملک میں امن و سلامتی اور اتحاد و تجہیز کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور ملک دشمن عناصر کے عزم خاک میں ملاجئے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے استحکام پاکستان کے لیے اس نظریہ کا تحفظ